شہری

اس میں کوئی شک نہیں کہ شہریوں کا ایک چھوٹا سا گروہ جو شعور رکھتا ہو وہ یقیناً دنیا کو بدل سکتا ہے... مارگریٹ میڈ

شہری

برائے بہتر ماحول

جنوری تا جون 2005ء

اندرونی صفحات میں

- شہری سرگرمیاں
- شہری ایڈووکیسی
- ثقافتی گاؤں کا منصوبہ
- شہری سٹیزن کمیونٹی بورڈ

ثقافتی گاؤں کا منصوبہ

اس سے کراچی کو ایک ثقافتی خود اعتمادی حاصل ہو گی

آرٹس کونسل کے گرد و پیش میں ایک ثقافتی گاؤں بنانے کا منصوبہ ہے

فنون سے مالا مال اس شہر کی طرف شاید اس طرح ارباب اقتدار کی توجہ مرکوز ہو

شہر میں ہر طرف بلند و بالا کئی منزلہ عمارتیں ہیں، شاپنگ پلازہ میں کھانے پینے کے ریستوران اور اسٹال ہیں، لیکن بمشکل کوئی گوشہ ایسا نظر آئے گا جو فنکاروں، مصوروں، موسیقاروں، شاعروں، مجسمہ سازوں اور دستکاروں کے لیے مخصوص ہو، کوئی ایسی جگہ جہاں یہ لوگ مل سکیں، جہاں ایک کروڑ پچاس لاکھ شہریوں کے لیے تفریح کے اسباب میسر ہوں۔ تاہم ایک منصوبہ کوچہ ثقافت کی تعمیر کا ہے۔ آرٹس کونسل آف پاکستان کے گرد و پیش ایک ثقافتی گاؤں جس سے یہ امید کی جائے گی کہ اس دیرینہ صورتحال کو بدل دے۔

اس ماہ کے شروع میں گورنر سندھ ڈاکٹر عشرت العباد نے اس منصوبے کے خیال کی توثیق کردی اور اس علاقے کو ثقافتی گاؤں بنانے کے احکام جاری کر دیئے۔ آرٹس کونسل کی کوچہ ثقافت کمیٹی کے چیئر مین سیف الرحمٰن

کوچہ ثقافت کا انعقاد

انسان فطرتاً ایک معصوم بچہ ہے یا دوسروں کے خون کا پیاسا ایک وحشی درندہ......؟ یہ سوال مجھے اکثر پریشان کرتا ہے کیونکہ مختلف اوقات میں انسانی فطرت کے یہ دونوں مظاہر سامنے آتے رہتے ہیں۔ اپنے اندر کے بچے سے تو میری شناسائی ہے۔ ورنہ بچوں کی کتابیں، رسالے، کارٹون، لطیفے اور کامکس (Comics) مجھے اس طرح اپنی طرف نہ کھینچتے، لیکن دوسروں کے اندر چھپے معصوم بچے کی تصدیق گزشتہ اتوار ہی پھر سے ہوئی۔ میری یہ شام کراچی کے کوچہ ثقافت میں گزری۔ اس شام نے میرے اس یقین کو اور پختہ کر دیا کہ انسان، عمر کے لحاظ سے چاہے کتنا بزرگ ہی کیوں نہ ہو جائے، بچوں کا سا تجسس، حیرت اور خوشی اس کے اندر سے کبھی نہیں جاتی۔ شاید یہی زندگی کا حسن بھی ہے۔ پاکستان آرٹس کونسل کے برابر والی سڑک کو جس کے سامنے ہندو جیم خانے کی خوبصورت عمارت ہے۔ اتوار کے روز شام تین بجے سے ٹریفک کے لیے مکمل طور پر بند کر کے اور شامیانے تان کے ''کوچہ ثقافت'' میں تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ جہاں مختلف ہینڈی کرافٹس، کتابوں کے اسٹالز، کھانے پینے کی چیزوں کے علاوہ مختلف فنکار اپنے اپنے فن کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ مثلاً کمہار اپنے چاک پر بیٹھا برتن بنا رہا ہے۔

(صفحہ 4 ملاحظہ فرمایئے)

شہری
جی206 بلاک2۔ پی ای سی ایچ ایس
کراچی۔75400، پاکستان
ٹیلی فون/فیکس 92-21-453-0646
E-mail: Shehri@onkhura.com
(Web site)
www.shehri.org

ایڈیٹر : سمیرا نعیم
انتظامی کمیٹی:
چیئر پرسن : رونالڈ ڈی سوزا
وائس چیئر پرسن: ایس رضا علی گردیزی
جنرل سیکریٹری : امبر علی بھائی
خزانچی : شیخ رضوان عبداللہ
ارکان : خطیب احمد، ڈیرک ڈین، حنیف اے ستار
شہری اسٹاف:
کوآرڈی نیٹر : سرور خالد
اسسٹنٹ کوآرڈی نیٹر: ریحان اشرف
بانی ارکان:
نوید حسین، قاضی فائز عیسیٰ
حمیر الرحمٰن، دانش آذر زوبی
زین شیخ، خالد ندوی، قیصر بنگالی
شہری ذیلی کمیٹیاں:
i- قانون
ii- میڈیا اور بیرونی روابط
iii- آلودگی کے خلاف
iv- پارکس اور تفریح
v- اسلحہ سے پاک معاشرہ
vi- تحفظ ورثہ
vii- مالی حصول
شہری کی رکنیت ”شہری برائے بہتر ماحول“ کے تمام ارکان کے لئے کھلی ہے۔ اس اشاعت میں شامل مضامین کو شہری کے حوالے کے ساتھ شائع کرنے کی اجازت ہے۔
ایڈیٹر/ ادارتی عملہ کا خبرنامہ میں شائع ہونے والے مضامین سے متفق ہونا ضروری نہیں۔
لے آؤٹ اور ڈیزائن: حیاء الدین حیات
پروڈکشن: انٹر پریس کمیونی کیشن (IPC)
مالی تعاون: فریڈرک نومان فاؤنڈیشن
رکن IUCN دی ورلڈ کنزرویشن یونین

گرامی نے گورنر کے سامنے مجوزہ منصوبہ پیش کیا تھا۔ ان کا خیال ہے کہ ایم آر کیانی روڈ کے آس پاس کا علاقہ جو شہر کے قلب میں واقع ہے، معمولی ردوبدل کے ساتھ ایک ثقافتی علاقے میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔

گرامی صاحب کے خیال میں کوچہ ثقافت کا خیال ان کے ذہن میں 1991ء میں آیا جب کراچی کے سابق میئر ڈاکٹر فاروق ستار نے پرنس گارڈن کی کنکریٹ سے بنی ہوئی دیواریں تڑوادیں اور ان کی جگہ لوہے کی سلاخیں لگوادیں۔ پرانی عمارت کے ڈیزائن اور طرزِ تعمیر اور گردوپیش کے ڈھانچے اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ منصوبہ بنانے والوں کے ذہن میں، ثقافتی گاؤں کی تعمیر کا خیال اس وقت آ گیا تھا، جب انہوں نے اس علاقے کے بارے میں منصوبہ بندی شروع کی۔ اس خیال کو جن عمارات سے تقویت ملتی ہے ان میں سپریم کورٹ کی بلڈنگ شامل ہے، جو پہلے البرٹ وکٹوریہ میوزیم کہلاتی تھی، پھر ہندو جیم خانہ ہے، پرنس گارڈن ہے، ایوان رفعت (فیضی رحمان آرٹ گیلری) ہے اور آرٹس کونسل آف پاکستان تو ہے ہی۔ آرٹس کونسل کے سامنے سڑک کی دوسری طرف علی گڑھ اولڈ بوائز ایسوسی ایشن، ہندو جیم خانہ جہاں اب نیشنل اکیڈمی آف پرفارمنگ آرٹس واقع ہے۔ واضح ہو کہ ہندو جیم خانہ کے شامیانے پر پولیس نے اپنی رہائش کے لیے قبضہ جما رکھا ہے اور پھر شاہین کمپلیکس ہے، اس علاقے کی واحد سب سے پرانی عمارت۔ تاہم اس بارے میں کچھ بھی نہیں کہا جاسکا۔ یہاں چورنگی کے دوسری طرف آئی آئی چندریگر روڈ شروع ہو جاتی ہے، جس پر 87 روزناموں اور 26 مجلّوں کے دفاتر واقع ہیں، اس کی دوسری جانب ڈاکٹر ضیاء الدین احمد روڈ ہے، یہاں سے باغ جناح (پرانے پولو گراؤنڈ) میں داخل ہوتے ہیں۔ پھر پنج ستارہ ہوٹل آتے ہیں اور ساتھ ہی جناح کورٹس کی تاریخی عمارت، جسے ابتداء میں طلبہ کے لیے ہوسٹل کے طور پر تعمیر کیا گیا تھا، لیکن وہاں رینجرز کا ہیڈ کوارٹر ہے۔

ایوان صدر پر واقع گورنر ہاؤس کی تاریخی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ کراچی جیم خانہ کے آگے سڑک کی دوسری طرف دو پُرشکوہ بنگلے ہیں، جہاں ڈسٹرکٹ کوآرڈی نیشن آفیسر (ڈی سی او) اور چیف سیکریٹری قیام کرتے ہیں۔ آرٹس کونسل سے مولانا دین محمد وفائی روڈ کی طرف مڑ جائیں تو آگے بوائے اسکاؤٹ ایسوسی ایشن اور وائی ایم سی اے گراؤنڈ واقع ہیں، جہاں فری میسن لاج ہے اور اس میں سندھ وائلڈ لائف ڈپارٹمنٹ ہے، اس سے متصل پاکستان انٹرنیشنل افیئرز (پی آئی اے) کا شاندار ادارہ ہے جس میں تحقیق کی سہولت حاصل ہے۔ آرٹس کونسل سے کچھ دور چل کر کراچی پریس کلب کی عمارت آتی ہے۔ گرامی صاحب نے کہا ”ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء میں جن لوگوں کے ذہنوں میں اس علاقے کی منصوبہ بندی کا خیال آیا تو کچھ ایسی ہی بات ان کے پیش نظر تھی۔“

انہوں نے کہا ان تمام عمارتوں اور سہولتوں سے کوچہ ثقافت کی تعمیر کے خیال کو تقویت ملتی ہے، تاہم یہ عمارتیں اور سہولتیں مختلف مالکان کے تصرف میں ہیں۔ مثال کے طور پر نیشنل میوزیم آف پاکستان وفاقی حکومت پاکستان کے قبضے میں ہے، ایوان رفعت، سٹی گورنمنٹ کراچی کے تصرف میں ہے اور آرٹس کونسل ایک این جی او یعنی غیر سرکاری ادارہ ہے۔ یہ املاک اپنے اپنے مالکوں کے پاس بدستور رہیں گی، تاہم ایک تجویز یہ ہے کہ حکومت اعلیٰ سطح کی ایک بااختیار کمیٹی قائم کرے گی جو کم از کم ہر عمارت کے ایک منصوبے میں اس کے مالک کو شامل کرے گی۔ گرامی صاحب نے یہ بات واضح کردی کہ یہ منصوبہ ابھی صرف کاغذ پر ہے، اس کا آغاز ایک بک بازار سے ہوگا، جس کے بعد مختلف مصور اپنی پینٹنگز کی نمائش کریں گے۔ یہیں ثقافتی گاؤں کی خاص گزرگاہ یعنی ایم آر کیانی روڈ پر تصاویر نمائش کے علاوہ فروخت کے لیے بھی رکھی جائیں گی۔ اس منصوبے کی تکمیل کے لیے ایک اعلیٰ اختیاراتی کمیٹی جس میں تمام مالکان کے نمائندے شامل ہوں گے، حکومت سندھ کی سربراہی میں قائم کی جائے گی۔ مالکان سے یہ کہا جائے گا کہ اسپانسر شپ اور عطیات کے ذریعے یا خود اپنے وسائل سے سہولتوں کا معیار بلند کریں۔ یہ کمیٹی ہر سال کے آغاز میں آئندہ تقریبات کا ایک کیلنڈر مرتب کرے گی اور پروگراموں کا شیڈول بنائے گی، جس میں ڈرامہ، تھیٹر، شام موسیقی، مشاعرہ، نمائشیں، آرٹس کے نمونے اور ہنرکاری کے پروگرام شامل ہوں گے۔ ان پروگراموں کا شیڈول ہوائی اڈے، ریلوے اسٹیشن اور پنج ستارہ ہوٹلوں میں بھی دستیاب ہوگا، جہاں باہر سے آنے والے یہ فیصلہ کرسکیں گے کہ تمام دن کی مصروفیات کے بعد تازہ دم ہونے کے لیے وہ کس پروگرام میں شرکت کریں۔ سرگرمیوں کا شیڈول اس طرح بنایا جائے گا کہ ایک کا دوسرے سے تصادم نہ ہو۔ مثال کے طور پر اگر مسلم جیم خانہ میں مشاعرہ ہو رہا ہو تو آرٹس کونسل یا ایوان رفعت ڈرامہ اسٹیج کرسکیں گے۔

شام کے وقت ایم آر کیانی روڈ اور اس کے ساتھ کی سڑکوں پر ٹریفک کی ممانعت ہوگی، بہ الفاظ دیگر اس علاقے کو شام سے نصف شب تک صرف پیدل چلنے والوں کے لیے مخصوص کردیا جائے گا، یہ پیدل گزرگاہ ہوگی۔

سہولتوں کی فراہمی اور فنڈ کے بارے میں گرامی صاحب کا خیال ہے کہ اس کے لیے زیادہ رقم درکار نہیں ہوگی۔ مثال کے طور

ایک پینٹر یا آرٹسٹ کے لیے کچھ آہنی فریم اور دھوپ سے سر چھپانے کے لیے تھوڑے سے کپڑے کی ضرورت ہوگی، تاہم ان کا خیال ہے کہ بک بازار کے لیے کتاب رکھنے والوں کو اپنا سامان لانے لے جانے کے لیے بار برداری پر کچھ رقم خرچ کرنی پڑے گی۔ لہٰذا تجویز یہ ہے کہ پہلے بک بازار میں کوئی رقم نہیں لی جائے گی اور وہ مفت ہوگا۔ دوسری مرتبہ 75 فیصد خرچ حکومت ادا کرے گی اور تیسری بار ہر فریق اخراجات کا 50 فیصد ادا کرے گا۔ یہ ایک نرم ابتدا ہوگی۔ امید ہے کہ اس ماہ (اپریل) کے آخر تک ہم کتابوں اور پینٹنگز کا بازار شروع کر دیں گے۔ انہوں نے مزید کہا ہمارے منصوبے کو بڑے پیمانے پر تعاون کی پیشکش ہوئی ہے۔

کراچی یونیورسٹی میں ویژول اسٹڈیز کی چیئرپرسن دُریا قاضی کہتی ہیں۔ ''میں اس سے بہت خوش ہوں، ان کے خیال میں اس سے شہر کو ایک ثقافتی خوداعتمادی حاصل ہوگی اور کاریگروں اور ہنرمندوں کو روزگار میسر آئے گا۔ دریا قاضی نے کہا ''غالباً ہماری سوسائٹی واحد سوسائٹی ہے جہاں فنون اور دستکاریاں اب تک ہماری روزمرہ زندگی کے معمولات میں ہیں۔ لوگ ملتان دو باتوں کے لیے جاتے ہیں دستکاریاں خریدنے کے لیے یا مزاروں پر حاضری دینے کے لیے۔'' انہوں نے مزید کہا کہ دیہی سندھ کے دستکار بے چینی کے ساتھ ایسی جگہ کی تلاش میں رہتے ہیں جہاں وہ اپنے فنی نمونوں کی نمائش کر سکیں اور انہیں بیچ سکیں۔ ہمیں اپنے کلچر کو دکھانے کے لیے ایک مرکزی جگہ چاہئے۔ جب وائی ایم سی اے میں دستکاریوں کا بازار لگتا ہے اور جب جاپان کے قونصل خانے میں اس کا اہتمام ہوتا ہے تو دیکھنے والوں کے ٹھٹ لگ جاتے ہیں بڑا کارپوریٹ (صنعتی کاروباری) کلچر ہم پر چھا جائے گا تو اس وقت ہمارے دستکار کہاں جائیں گے؟ انہوں نے اس سوال کے ساتھ ہی کہا، اگر ہمارے دستکاروں کو سہولتیں نہ دی گئیں تو کارپوریٹ کلچر کی بھیڑ میں گم ہو جائیں گے۔

مراکش کی مثال دیتے ہوئے انہوں نے کہا وہاں پر شہر کے باہر ایک وسیع قطعہ دستکاروں کے لیے مخصوص کر دیا گیا ہے کہ اپنے بازار لگائیں اور سیاحوں کے ہاتھ اپنی اشیاء فروخت کریں۔ انہوں نے بتایا کہ مراکش قومی آمدنی کا 70 فیصد دستکاریوں کی فروخت سے کماتا ہے۔

ندا علی ایک شاعرہ ہیں۔ انہوں نے ممبئی کی مثال دیتے ہوئے کہا کہ ایسے گاؤں ساحل کے کنارے بھی قائم کرنے چاہئیں تاکہ سیاح ان کی دستکاریوں کی طرف مائل ہوں۔ سیاح جب کراچی آتے ہیں تو انہیں کسی جگہ میں اپنے لیے بمشکل کشش نظر آتی ہے۔ ممبئی میں ایسے ثقافتی گاؤں یا ڈھابے ساحل کے کنارے واقع ہیں جہاں مٹی کے برتنوں اور دستکاریوں کی نمائشیں لگتی ہیں۔

تانیا ناصر ایک نوجوان اندرون خانہ ڈیزائنر ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان چوک کا علاقہ جو اپنی قدیمی عمارتوں کی بدولت نمایاں نظر آتا ہے ہمارے قومی ورثے کا حصہ ہے، چنانچہ مجوزہ منصوبے میں اسے بھی شامل کر لینا چاہئے۔

شیم عالم آرٹس کونسل آف پاکستان کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ مجوزہ جگہ ہماری زبردست تہذیبی درسگاہ ثابت ہوگی اس طرح ہم اپنے کلچر اور تہذیبی اقدار سے مانوس ہوں گے۔ یہ شہر اپنے تشخص یا شناخت کے مسئلے سے دوچار ہے، اسے ایک ایسی جگہ کی ضرورت ہے جہاں لوگ اپنے کنبے کے افراد اور مہمانوں کے ساتھ آسکیں۔ انہوں نے کہا ایک طرف ہماری فوڈ اسٹریٹ چاروں صوبوں کے لذیذ کھانے یہاں آنے والوں کو پیش کرے گی دوسری طرف ہمارے آرٹسٹ اور پینٹر اپنے کام اور مصروفیات میں محو ہوں گے اور آس پاس بیک وقت بہت سی سرگرمیاں ہو رہی ہوں گی۔ یہ سب کچھ یہاں آنے والوں کو تفریح کے ساتھ ثقافت کا درس بھی مہیا کرے گا۔ شیم عالم کے بیان کے مطابق زمین دوز راستے اور بالائی پل بھی اس منصوبے کا حصہ ہوں گے تاکہ راہ گیر آزادی سے چل پھر سکیں۔ ان سیاسی اور نظریاتی اختلافات کے حوالے سے جو شہری اور صوبائی حکومتوں کے درمیان پائے جاتے ہیں مذکورہ منصوبے کو بروئے کار لانے میں رکاوٹیں پیدا ہو سکتی ہیں، لیکن شیم عالم نے ایسے تمام اندیشوں کو رد کر دیا اور کہا کہ گورنر اور سٹی ناظم کے درمیان اختلافات کے باوجود شہر کی تعمیر و ترقی اور فلاح و بہبود کے معاملے میں سب متفق ہیں۔

کلچر کسی قوم کے طرز زندگی کا نام ہے۔ ہر معاشرہ اپنے کلچر کی زبان میں مکالمہ کرتا ہے، کلچر قوموں کے درمیان رابطے اور تعلق کی پیداوار ہے اسی کے توسط سے لوگوں کے خیالات، عقائد اور اقدار کا پتہ چلتا ہے۔ اگر کسی سوسائٹی کے پاس کلچر نہیں تو وہ بے چہرہ لوگوں کا ہجوم ہوگا۔

ثقافتی اوزار جیسے گانے، رقص، ڈرامہ یہ سب ایسے تہذیبی قرینے ہیں جو سماج کو پارہ پارہ ہونے سے بچا لیتے ہیں۔ سحر انصاری کے بقول جو آرٹس کونسل کی گورننگ باڈی کے رکن بھی ہیں، ثقافت تمام انسانی سرگرمیوں کا مجموعہ ہوتی ہے، جس میں ادب، مذہب اور تفریحات سب شامل ہیں۔ انہوں نے کہا چونکہ آرٹس کونسل آرٹ، لٹریچر، موسیقی اور پینٹنگ کا مرکز ہے اس لیے اس کے پہلو میں ثقافتی گاؤں کی تعمیر نہایت مناسب بات ہوگی۔

نیشنل اکیڈمی آف پرفارمنگ آرٹس ابھی حال ہی میں قائم ہوئی ہے، اس کے سربراہ ضیاء محی الدین نے امسال جنوری میں آرٹس کونسل کی تقریب حلف برداری کے موقع پر یہ بات بہ اصرار کہی کہ آرٹس کونسل کے گرد و پیش کو ایک ثقافتی علاقہ بنایا جائے۔ اگر اس علاقے کو ایک ثقافتی مقام قرار دے دیا جائے جہاں رکشے اور دوسری گاڑیوں کا داخلہ ممنوع ہو تو یہاں فنی اور تہذیبی سرگرمیاں کسی روک ٹوک کے بغیر آزادی سے جاری رہ سکیں گے، تاہم انہوں نے یہ اندیشہ ظاہر کیا کہ اس کے بعد فٹ پاتھیے دندان ساز اور حجام بھی ہر طرف پھیل جائیں گے اور جو جگہ فنکاروں کے لیے مخصوص ہوگی اس پر قبضہ جما لیں گے۔ لیکن پھر سوال ہوتا ہے کہ اس منصوبے کو چلائے گا کون؟ شہری حکومت یا صوبائی حکومت؟

گرامی صاحب نے جو ڈسٹرکٹ آفیسر کمیونٹی ڈیویلپمنٹ بھی ہیں، کہا ''ابھی یہ طے نہیں ہوا''۔

قانون اور امن عامہ کی صورتحال کو دیکھتے ہوئے ساتھ ہی سیاسی عدم استحکام اور مذہبی بالادستی کے پیش نظر جو آرٹ اور کلچر کی تعریف کے سوال پر مختلف نظریوں پر کاربند نظر آتے ہیں، نقاد حضرات اس منصوبے کے قابل عمل ہونے کے بارے میں سوالات اٹھاتے ہیں۔ کیا ہمارے ذہن ایسے کسی منصوبے کو بروئے کار لانے پر آمادہ ہیں، جبکہ ہم اپنے ثقافتی ورثے جیسے موہن جوڈارو سے جو دنیا کی قدیم ترین تہذیبوں میں سے ایک ہے، یکسر لاتعلق ہیں؟ یہ لوگ سوال کرتے ہیں۔

جب ملک کی ایک بڑی آبادی افلاس کا شکار ہو، ایسی کوششوں پر اربوں روپے خرچ کر دینے کا کوئی موقع نہیں، جسے بالآخر ناکام ہو جانا ہے، بعض ناقدوں کا یہ قول ہے۔ بہرحال جو لوگ مجوزہ منصوبے سے مخلص ہیں انہیں اس وقت تک انتہائی احتیاط سے کام لینے کی ضرورت ہوگی، جب تک چیزیں واضح نہیں ہوتیں اور مقصد حاصل نہیں ہو جاتا۔ ❀❀❀❀

روبینہ جبار

(بشکریہ: ''دی نیوز'' کراچی)

بقیہ: کوچہ ثقافت کا انعقاد

پورٹریٹ بنانے والا کسی کو سامنے بٹھائے اس کی شبیہ بنانے میں مصروف ہے، کہیں اسٹریٹ تھیٹر میں ڈرامہ فنکار اپنے جوہر دکھا رہے ہیں تو کہیں کوئی لوک فنکار اپنے سازو آواز کا جادو جگا رہا ہے۔ غرض عجب میلے کا سا سماں ہوتا ہے۔ کوچہ ثقافت یا کلچر ولیج کا تصور دنیا کے کچھ ممالک میں کافی مقبول ہے۔ پاکستان میں یہ تجربہ پہلی بار کیا گیا ہے۔ یوں ثقافتی میلے اور اس طرح کی نمائشیں تو بہت ہوتی رہتی ہیں اور فوڈ کورٹس اور فوڈ اسٹریٹس کا تصور بھی ہمارے ہاں رواج پا چکا ہے لیکن اتوار کے اتوار کسی معمول کے استعمال کی سڑک کو اس طرح بند کر کے لوگوں کو تفریح مہیا کرنے کا یہ پہلا تجربہ ہے۔ کوچہ ثقافت کو وجود میں آئے چار اتوار ہو چکے تھے۔ کراچی سے غیر حاضری کی وجہ سے یہ میرا پہلا چکر تھا۔ شام کے نو بجے کے قریب روشنیوں، موسیقی اور لوگوں کی موجودگی سے ایک میلے کا سا سماں تھا اور ذہن کسی صورت یہ یقین کرنے پر آمادہ نہیں تھا کہ ہمارے قدموں کے نیچے بچھی یہ خاموش سڑک وہی ہے جو دن بھر شور ہنگامے، ٹریفک کے غل گپاڑے اور رش کی وجہ سے کہیں نظر نہیں آتی۔ یوں تو تمام اسٹالوں پر ہی لوگوں کی توجہ تھی اور جیسا کہ انتظامیہ کے اعداد و شمار سے اندازہ ہوا کہ یہاں چیزوں کی بکری بھی خاصی ہو جاتی ہے، کتابوں اور ہینڈی کرافٹس کے اسٹال پہلے اتوار کے مقابلے میں تین سے چار گنا بڑھ چکے ہیں لیکن اصل رونق تو اسٹریٹ تھیٹر پر تھی، مگر اس سے بھی دگنا ہجوم اس اسٹال پر تھا جہاں پاکستان کی دیہی ثقافت کو حرکت کرتے ہوئے مختلف ماڈلز کے ذریعے اس طرح اجاگر کیا گیا تھا کہ حقیقت کا گمان ہو رہا تھا۔ خوبصورت درختوں کے نیچے اور کچے گھروں کے آنگن میں کہیں کوئی عورت بیٹھی چکی پیس رہی تھی، تو کوئی کھڑی دھان کوٹتی تھی، کہیں کوئی فنکار اپنے ساز کو لیے بجا رہا تھا۔ یہ چھوٹے چھوٹے ماڈلز میزوں پر بند شیشوں کے اندر دھرے تھے اور ایک دنیا منہ کھولے حیرت اور بچوں جیسی خوشی سے انہیں دیکھے جا رہی تھی۔ میرا بھی کافی وقت ان اسٹالز پر گزرا۔ تبھی میں نے جانا کہ انسان کے اندر کا بچہ ہمیشہ بچہ ہی رہتا ہے۔ یہ بچہ چھوٹی چھوٹی حرکت کرتی انسانی شکلوں میں دلچسپی رکھنے کے علاوہ اپنے جیسے دوسرے انسانوں کی قربت یعنی ہجوم اور رونق میلے کا بھی دلدادہ ہے، جہاں تھوڑی دیر کے لیے وہ اپنی روزمرہ کی پرمشقت اور بے کیف زندگی کو بھول جاتا ہے۔

میں نے دل ہی دل میں ان کے منتظمین کا شکریہ ادا کیا۔ اگرچہ بہتری کی گنجائش ہمیشہ رہتی ہے مثلاً کتابوں کے اسٹالوں پر وہ رونق نہیں جو خریداروں کو ادھر آنے پر مجبور کر سکے۔ میرے خیال میں اس کے لیے اسٹریٹ تھیٹر والوں کی طرح کا جوش اور جذبہ کسی اور میں بھی ہونا چاہیے، کھانے پینے کے اسٹال بھی کافی بے روح لگے۔ بہر حال یہ چیزیں تو ہوتی رہیں گی۔ بنیادی بات تو آئیڈیا ہے اور اسے کر گزرنے کی ہمت۔ ابھی میں اس ہمت کو سراہنے کے خوشگوار تجربے سے پوری طرح لطف اندوز نہیں ہو پائی تھی کہ پیر کی شام کراچی والوں کے لیے غم و اندوہ کا پیغام لے کر آ گئی۔

گلشن کراچی میں مسجد کے اندر نمازیوں پر خودکش حملہ آوروں کے حملے میں دو نمازی، ایک کانسٹیبل شہید ہوئے اور اس کوشش میں تین حملہ آور بھی جان سے گئے، زخمی ہونے والوں کی حالت کا اندازہ ابھی پوری طرح نہیں ہو پایا تھا کہ جماعت اسلامی کے ایک سرگرم رہنما اسلم مجاہد کی خبر ملی جنہیں کچھ دہشت گردوں نے اغوا کر کے گولیوں سے چھلنی کر دیا۔ اس سب کے نتیجے میں عوامی غصے کا جو ریلا آیا یا شاید جس کے لیے پہلے سے منصوبہ بندی کی گئی تھی اس میں بہت سی عمارتیں، پیٹرول پمپ، ریسٹوران اور کئی گاڑیاں جل کر خاکستر ہو گئیں۔ چھ قیمتی اور معصوم جانیں، ایک ریسٹوران میں لگائی جانے والی آگ کی لپیٹ میں آ کر کوئلہ ہو گئیں۔ ''بھلا اس میں ان بیچارے ورکرز کا کیا قصور تھا''، لوگ افسوس کر رہے تھے لیکن سوچیں تو اس سارے ہنگامے میں کس کا بھی کیا قصور تھا اور ہنگامہ اور آتشزنی بھی ایسی کہ اس علاقے میں موجود ایک ڈاکٹر صاحب بتا رہے تھے کہ انہوں نے اپنے اسپتال کی چھت پر چڑھ کر یہ نظارہ دیکھا اور انہیں لگا کہ وہ پاکستان کے شہر کراچی میں نہیں بلکہ عراق میں موجود ہوں جہاں چاروں طرف آگ کے شعلے اور تباہی و بربادی ہی بربادی مسلط رہتی ہے۔ ایسی ہی افتاد اسلام آباد میں واقع بری امام کے عرس میں بھی آ چکی ہے، عین عرس کے موقع پر خودکش حملہ آوروں کے حملے میں بیس لوگ اپنی جانوں سے گئے، پچاس سے زیادہ زخمی ابھی تک اسپتالوں میں زیر علاج ہیں۔ بھلا ان زائرین کا کیا قصور تھا.....؟ اور اس طرح کے حملے کرنے والے جانے کیسے لوگ ہوتے ہیں؟

انسان کا یہ دوسرا روپ دیکھ کر یقین نہیں آتا کہ وہ کبھی معصوم بچہ بھی رہا ہو گا یا اب بھی اس کے اندر کہیں معصومیت چھپی بیٹھی ہو گی۔ میں سمجھتی ہوں یہ دونوں روپ ساتھ ساتھ ہر انسان کے اندر موجود ہوتے ہیں صرف حالات، واقعات یا کوئی ایک لمحہ، کسی ایک روپ کو اوپر لے آتا ہے۔ شاید اسی لیے فنون لطیفہ کی آبیاری ضروری سمجھی جاتی ہے کہ وہ انسان کے اچھے، نرم اور معصوم روپ کو ابھارنے میں مددگار ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے کوچہ ثقافت کا قیام یا اس جیسی کوششیں بڑی مددگار ہو سکتی ہیں۔

مسرت جبیں

(بشکریہ ''جنگ'' کراچی)

❀❀❀

> پاکستان آرٹس کونسل کے برابر والی سڑک کو جس کے سامنے ہندو جیم خانہ کی خوبصورت عمارت ہے، اتوار کے روز شام تین بجے سے ٹریفک کے لیے مکمل طور پر بند کر کے اور شامیانے تان کے ''کوچہ ثقافت'' میں تبدیل کر دیا جاتا ہے، جہاں مختلف ہینڈی کرافٹس، کتابوں کے اسٹالز، کھانے پینے کی چیزوں کے علاوہ مختلف فنکار اپنے اپنے فن کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ مثلاً کمہار اپنے چاک پر بیٹھا برتن بنا رہا ہے، پورٹریٹ بنانے والا کسی کو سامنے بٹھائے اس کی شبیہ بنانے میں مصروف ہے، کہیں اسٹریٹ تھیٹر میں ڈرامہ فنکار اپنے جوہر دکھا رہے ہیں تو کہیں کوئی لوک فنکار اپنے ساز و آواز کا جادو جگا رہا ہے

شہری سی بی ای نے لوکل گورنمنٹ کے نظام سے بامعنی طور پر رابطہ رکھنے کی کوششیں کی ہیں اسی طرح اس نے جمشید ٹاؤن میں سٹیزن کمیونٹی بورڈ کے قیام میں رہنمایانہ کردار ادا کیا ہے۔

شہری سٹیزن کمیونٹی بورڈ

اپنی بستی کی ترقی کے لیے مقامی حکومت کا تعاون حاصل کریں

عوامی ایڈووکیسی

شہری رپورٹ

سٹیزن کمیونٹی بورڈ (CCB) نئے لوکل گورنمنٹ آرڈی نینس 2001ء کی ضرورت ہے۔ سٹیزن کمیونٹی بورڈ کے قیام کا مقصد مقامی لوگوں میں یہ تحریک پیدا کرنا ہے کہ لوکل گورنمنٹ کے عہدیداروں کے ساتھ مل کر اپنی بستی کی ترقی اور بہتری کے لیے کام کریں۔ زیرِ عمل منصوبوں پر مسلسل کام کرنے، اچھی اور معیاری سروس مہیا کرنے اور سوسائٹی میں جمہوریت کی صحیح روح کو پھیلانے کے لیے لوکل گورنمنٹ میں شہریوں کی شرکت ضروری ہوگئی ہے۔

پاکستان میں سماجی ترقی کی علامتیں دنیا بھر میں سب سے کم ہیں، تعلیم، صحت، آبادی، صاف پانی کی فراہمی اور ناصاف پانی کی نکاس۔ یہ وہ امور ہیں جن میں شہریوں کی شرکت اور ان کا تعاون ضروری ہوگیا ہے تاکہ کارکردگی کا معیار بہتر ہو اور شہریوں میں یہ احساس پیدا ہو کہ یہ سب کچھ ہمارا ہی ہے۔

حکومت نے جو پہل کاری کی ہے، اس کی اہمیت کا اندازہ کرتے ہوئے شہری CBE نے حال ہی میں سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کراچی کے اندر جمشید ٹاؤن کی حدود میں سٹیزن کمیونٹی بورڈ کے قیام میں سہولت پیدا کی ہے۔

ذمہ دار شہری

سوسائٹی کا نام ذمہ دار شہری سٹیزنز کمیونٹی بورڈ ہے۔ سوسائٹی جس مقصد کے تحت قائم ہوئی ہے، اس کے چند نکات ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

(i) موجودہ قوانین، ضوابط اور ریگولیشنز کے بارے میں تحقیق اور تفتیش کرنا، انہیں مرتب کرنا اور انہیں عام لوگوں میں پھیلانا اور/یا ان سے اختلاف کرنا اور ماحول کے ہر پہلو کے تعلق سے نئے قوانین تجویز کرنا، جن میں یہ اور ان کے علاوہ بھی امور شامل ہوں گے، یعنی مقامی/حکومتی اور انتظامیہ کے اداروں کی نمائندگی، جرائم پر قابو پانا، ماحول سے کثافت دور کرنا، کمیونٹی کی فلاح و بہبود، مالیاتی کنٹرول اور ٹیکسوں کا نفاذ، تعمیرات میں تخفیف اور ان پر کنٹرول، اراضی کی ترقی اور شہری امور کے حوالے سے دیگر معاملات۔

(ii) ایک محفوظ اور صحتمند طبعی اور سماجی ماحول پیدا کرنے اور اسے برقرار

بانی ارکان

منیجنگ کمیٹی کے پہلے ارکان یہ ہوں گے

(1) امیر علی بھائی — (2) وکٹوریہ ڈی سوزا

(3) راحیلہ خطیب — (4) شاہد انور علوی

(5) فریدہ مسعود — (6) خدیجہ ظہیر

(7) عذرا عاقل — (8) سلمان سجاد

(9) حسن جمیل علوی — (10) حنیف اے ستار

(11) سید رضا علی گردیزی — (12) شیخ رضوان عبداللہ

(13) رولینڈ ڈی سوزا — (14) خطیب احمد

(15) شبیر علی بھائی — (16) اختر مرزا

(17) شاہد حسین نعیم — (18) مسعود علی

(19) نوید احمد — (20) بشیر محمود

(21) ایوب احمد — (22) محمد نسیم فاروقی

(23) نسیم احمد — (24) عارف الدین احمد — (25) طارق

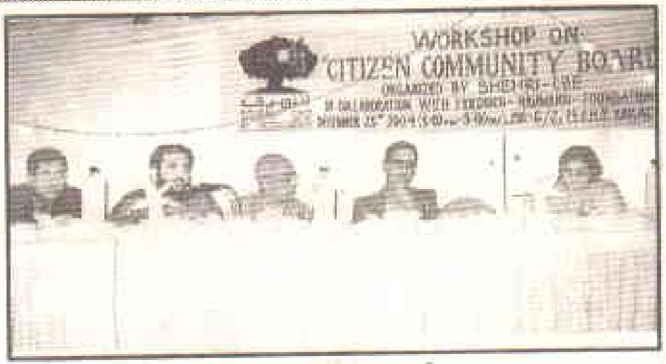

تقریب رونمائی ذمہ دار شہری

رکھنے کے لیے ان کے حوالے سے لوگوں میں آگاہی پیدا کرنا۔

(iii) ان مقامی بستیوں کے شہری گروپ کو ٹیکنیکل امداد اور رہنمائی مہیا کرنا جن کو ماحول اور علاقے کے تعلق سے مسائل درپیش ہوں۔

(iv) معاشرے کے مقاصد کے تعلق سے فنی اور شماریاتی، دیگر اعداد و شمار اور حقائق کی دستاویز مرتب اور شائع کرنا، ان میں وہ اقدامات بھی شامل ہیں جو ماحولیاتی خرابیوں پر قابو پانے کے لیے موثر ہوسکتے ہیں، ایسی خرابیاں جو آبادی میں بے چینی اور تشویش پھیلاتی ہوں۔

(v) سوسائٹی کے مقاصد کے تعلق سے ریسرچ کی حوصلہ افزائی کرنا، تحقیق، منصوبہ بندی، ترقی کے عمل اور بحث مباحثے کو آگے بڑھانا، سمپوزیم اور سیمینار کو فروغ دینا اور ان مقاصد کے تعلق سے ریفرنس اور ریسرچ سینٹر منظم کرنا اور ان کو چلانا، صارفین کی شکایات کے ازالے کے بیورو اور اس سے متعلق تنظیم

شہریوں کے ساتھ تبادلہ خیال

بنانا۔

(vi) جہاں رفاہی مقاصد کے لیے منظور شدہ زمینوں پر ناجائز قبضہ ہو رہا ہو اور تعمیرات سے متعلق قوانین کی خلاف ورزی کی جارہی ہو اور ماسٹر پلان سے انحراف کیا جارہا ہو وہاں شہریوں کو قانونی امداد کے حصول میں ان کی مدد کرنا۔

(vii) شہری منصوبہ بندی اور ماسٹر پلان کے معیارات کا مطالعہ کرنا، انہیں بہتر بنانے کے لیے تجاویز پیش کرنا اور اگر ان کی خلاف ورزی ہو رہی ہو تو اس سلسلے میں چھان بین کرتے رہنا۔

(viii) پرانی عمارات اور پرانے علاقوں کی حفاظت کرنا، ان کو بچانا اور اس بارے میں کوشش کرتے رہنا۔

❁❁❁

تمام سٹیزن کمیونٹی بورڈ اپنی مدد آپ کے رضاکارانہ جذبے کے ساتھ درج ذیل امور انجام دیں گے۔

ا: خدمات کی فراہمی میں بہتری۔

ب: عوام کی سہولت کی خاطر ایک نئی ترقیاتی تنظیم کو بروئے کار لانا۔

ج: معذور اور مفلس و قلاش افراد، بیواؤں اور شدید افلاس میں مبتلا خاندانوں کی فلاح کے لیے کام کرنا۔

د: فارمنگ، مارکیٹنگ اور صارفین کے لیے اپنی مدد آپ کے ادارے، کوآپریٹو قائم کرنا۔

ی: بلدیات کی ضرورتوں اور ان کے ترقی کے امکانات کی نشاندہی کرنا اور ان کی ترقی کے لیے وسائل کو بروئے کار لانا۔

ف: رضاکارانہ انجمنوں کا قیام، جیسے والدین اور اساتذہ کی تنظیمیں اور اسکول کو چلانے کی انتظامی انجمن یا کسانوں یا پانی استعمال کرنے والوں کی تنظیمیں۔

ق: متعلقہ کونسل کی ایما پر اس کی کارکردگی پر نظر رکھنا۔

سی سی بی کا ضابطہ کار

- رضاکار تنظیم جس میں منفعت شامل نہیں۔
- مجلس عامہ (جنرل باڈی) جس کے ارکان کی کم سے کم تعداد 25 ہوگی۔
- عہدیدار دو سال کے لیے منتخب کیے جائیں گے۔
- مجلس انتظامیہ کے سہ ماہی اجلاس میں ارکان کا کورم 40 فیصد اور مجلس عامہ میں 25 فیصد ہوگا۔
- تمام اجلاسوں کی صدارت چیئرمین کرے گا۔
- سیکریٹری اجلاس کی کارروائی قلم بند کرے گا اور سالانہ حسابات پیش کرے گا۔
- ارکان / عہدیداروں کو برطرف کرنے کا اختیار مجلس عامہ کو ہوگا۔
- چیئرمین اور سیکریٹری املاک اور اثاثوں کے امین ہوں گے۔

> **جن مسائل کا تعلق روزمرہ زندگی سے ہے۔ ان کے حل کے لیے شہریوں کی بامعنی شرکت لازمی ہے**

ضلعی نظام حکومت کے تین سال.... ایک تخمینہ

شہری سرگرمیاں

شہری رپورٹ

شہری سی بی ای نے شہری نظام حکومت کے پہلے تین سال کی کارکردگی کا جائزہ لینے کے لیے ایک سیمینار منعقد کیا، جن مسائل پر بحث کی گئی ان میں پالیسی اور منصوبہ بندی انتظامیہ، مالی معاونت، پروجیکٹس پر عمل درآمد اور شہریوں کی شراکت کے امور شامل تھے، مشکلات اور رکاوٹوں کی نشاندہی کی گئی اور کامیابیوں کو سراہا گیا۔

شہری سی بی ای کے چیئرمین مسٹر رولینڈ ڈی سوزا نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا۔ مسٹر ڈی سوزا نے لوکل گورنمنٹ کے نظام کی کامیابی میں شہریوں کے کردار کی اہمیت اجاگر کی۔

کرن بانو، محمد نعمان، قدیر بیگ اور فرحان انور

انہوں نے کہا شہریوں کو یہ امید نہیں کرنی چاہیے کہ سرکاری اہلکار سب کچھ اپنے طور پر خود ہی کرلیا کریں گے۔ یہ ذمہ داری شہریوں کی ہے کہ جن مسائل کا تعلق ان کی روزمرہ زندگی سے ہے، ان کے حل میں پرجوش انداز میں اور بامعنی طور پر شریک ہوں۔ انہوں نے اس بات پر افسوس کیا کہ حکومت نے حال ہی میں چند نامناسب فیصلے کیے ہیں، جس طرح غیر قانونی طور پر بننے والی عمارتوں کو جائز قرار دے دیا ہے، سڑکوں سے متصل زمینوں کو کمرشلائز کردیا گیا ہے اور زون کے دوسرے ضابطوں سے انحراف کیا گیا ہے۔ انہوں نے شہریوں پر زور دیا کہ شہر کے مفادات کا تحفظ کریں۔

شہری کے رکن اور سیمینار کے ماڈریٹر فرحان انور نے پہلے مقرر ریحانہ افروز صاحبہ کو خطاب کی دعوت دی۔ وہ سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کراچی میں ایجوکیشن کمیٹی کی چیئرپرسن ہیں، ریحانہ افروز صاحبہ نے موجودہ حکومت کی کامیابیوں کو صراحت کے

صدیق راٹھور — ریحانہ افروز — رولینڈ ڈی سوزا

قدیر بیگ

ساتھ بیان کیا، جن میں شہریوں کے لیے بہتر صحت اور ماحول کی سہولتیں، تعلیم کا بندوبست، صاف پانی کی فراہمی، تفریحات کی سہولتوں کی فراہمی اور کمیونٹی کے فروغ کے اسباب شامل تھے۔

اس کے بعد یونین کونسل لیاقت آباد کے ناظم صدیق راٹھور نے موجودہ حکومت کی کارکردگی کا ایک ناقدانہ تجزیہ پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کراچی کی کونسل کمیٹیوں کو پالیسی سازی اور فیصلے کرنے کے مراحل میں اعتماد میں نہیں لیا جاتا، بلکہ تمام اہم فیصلے مشیر اور کنسلٹنٹ حضرات کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ سٹی کونسل شہر کے منتخب ارکان پر مشتمل ہے اور ان کی نمائندگی کرتی ہے، لہٰذا اس کی حیثیت شہر کے سب سے بالاتر ادارے کی ہونی چاہیے، لیکن عملاً اس کی حیثیت ایک ربر اسٹیمپ کی ہوگئی ہے۔ انہوں نے اس امر پر بھی افسوس کیا کہ کوئی معنی خیز تبدیلی پیدا کرنے کے لیے یونین کونسلوں کو ناکافی اختیارات دیئے گئے ہیں۔ کراچی میونسپل کارپوریشن کے سابق ٹیکنیکل ایڈوائزر محمد نعمان نے نوزائیدہ ضلعی حکومتی نظام کا مفصل پس منظر بیان کیا، انہوں نے کہا کہ اس نظام میں بعض نقائص کی بناء پر ضلعی حکومت کو مکمل اختیارات حاصل نہیں ہیں۔ مالی کنٹرول اس وقت بھی وفاقی حکومت کے پاس ہے۔ محتسب کا شعبہ ابھی تک نہیں کھولا گیا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ شہری حکومت کے کاموں میں کچھ رکاوٹیں اس لیے پیدا ہو رہی ہیں کہ یہاں ''کے بی سی اے'' جیسے شعبے ابھی تک قائم نہیں ہوئے ہیں۔

قدیر بیگ این جی او ریسورس سینٹر کے ڈپٹی ڈائریکٹر ہیں۔ انہوں نے سٹیزن کمیونٹی بورڈ کی کارکردگی کے بارے میں گفتگو کی اور بتایا کہ ملک کے اندر مقامی حکومتی نظام میں مثبت تبدیلیاں لانے کے لیے ان بورڈوں میں کتنی زبردست توانائی موجود ہے۔ این ای ڈی یونیورسٹی برائے انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی میں ماحولیاتی انجینئرنگ ڈپارٹمنٹ کی کرن بانو صاحبہ نے سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کراچی میں ماحولیات کے شعبے کے قیام پر گفتگو کی۔ انہوں نے لاس اینجلس، شکاگو اور جوہانسبرگ میں وہاں کے ماحولیات کے محکموں میں کارکردگی کے فریم ورک اور پالیسی پر گفتگو کی اور شہری حکومت کے ماحولیاتی شعبے میں اس کی بہتر کارکردگی کے تعلق سے کچھ سفارشات اور مشورے بھی دیئے۔ اس بارے میں شہری حکومت نے جو بیان جاری کیا ہے اس میں چند کوتاہیوں کی نشاندہی کی۔ شہری حکومت کے ڈی سی او میر حسین علی نے آخر میں خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ اس نظام میں بعض کوتاہیوں کے باوجود حکومت نے اچھا خاصا کام کیا ہے اور شہری حکومت کے اندر منتخب اور مقرر کیے جانے والے عہدیداروں کے درمیان رابطے کی سطح اطمینان بخش ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجسٹریسی کا ایک موثر متبادل نظام نہ ہونے کے باعث مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور کام میں تاخیر بھی ہوتی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کراچی اور دوسرے شہری اداروں مثلاً کنٹونمنٹ بورڈ کے قوانین میں یکسانیت ہونی چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ ایس کے اے اے، کراچی واٹر اینڈ سیوریج بورڈ اور کراچی بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی کو سٹی گورنمنٹ کے اندر پوری طرح شامل کیا جانا چاہیے۔ اس کے بعد مسٹر فرحان انور نے ایوان کو عام مباحثے کے لیے کھول دیا جس میں حاضرین نے جوش و خروش سے حصہ لیا۔ فرحان انور نے آخر میں گفتگو کو تکمیل تک پہنچاتے ہوئے حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ ❀❀❀

میر حسین علی

سیمینار میں شریک مقررین اظہار خیال کر رہے ہیں

گٹر باغیچہ بچاؤ مہم

ترقی کی آڑ میں پرانی آبادیوں کو اُجاڑنے سے گریز کریں

گٹر باغیچہ کل جماعتی کانفرنس میں مطالبہ کیا گیا کہ کراچی کی گزشتہ عظمت کو بحال کرنے کے لیے اس کا نام دوبارہ کولاچی رکھ دیا جائے۔ کانفرنس میں یہ بھی مطالبہ کیا گیا کہ یہاں کے باشندوں کے ان کے آبائی زمینوں پر حقوق تسلیم کیے جائیں اور ان کا تحفظ کیا جائے۔ انہوں نے یکے بعد دیگرے آنے والے حکمرانوں پر کڑی نکتہ چینی کی جو پوری طاقت کے ساتھ شہر کی بلوچ بستیوں کو تاراج کر رہے ہیں۔ کانفرنس میں تقریر کرنے والوں نے حکومت کو متنبہ کیا کہ اپنی حرکتوں سے باز آجائیں اور ترقی کی آڑ میں پرانی آبادیوں کو اُجاڑنے سے پرہیز کریں۔ انہوں نے حکومت پر بھی اس امر کے لیے زور ڈالا کہ قدیمی باشندوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے اور امتیازی پالیسی کو ختم کرنے کے لیے موثر اقدام کریں اور ضروری قوانین منظور کریں۔ مقررین نے اس کے ساتھ ہی گٹر باغیچہ پراجیکٹ کے مستقبل پر اپنی گہری تشویش کا اظہار کیا اور کہا کہ اس حقیقت کے باوجود کہ صدر مشرف نے گزشتہ اپریل کی 28 تاریخ کو یہ اعلان کیا تھا کہ اس مقام پر نیشنل پارک بنایا جائے گا، ابھی تک اس پارک کی تعمیر کے لیے کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا۔ انہوں نے کہا کہ اس پراجیکٹ کی بیشتر اراضی جو کبھی اس علاقے میں بہت ہری بھری تھی، اس پر سرکاری ایجنسیوں کے ساتھ ملی بھگت کر کے لینڈ مافیا نے قبضہ جمالیا ہے۔

سیمینار کے شرکاء

مقررین نے بتایا کہ گٹر باغیچہ کا علاقہ پہلے ایک ہزار سترہ (1,017) ایکڑ پر مشتمل تھا، لیکن اب صرف 480 ایکڑ زمین باقی رہ گئی ہے۔ مقررین نے حکومت سندھ اور مقامی حکومت پر زور دے کر کہا کہ انہیں نیشنل پارک کے منصوبے کو صدر کی 28 اپریل کی تقریر کے مطابق انجام دینا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ ان علاقوں کے باشندوں کو ترقی کے عمل سے حاصل ہونے والے فائدوں سے ہمیشہ محروم رکھا گیا ہے اور یہ لوگ جدید سہولتیں میسر نہ آنے سے تکلیف کے دن گزار رہے ہیں۔ یہ کانفرنس بلوچ رائٹس کونسل کراچی نے شہری کے تعاون سے بلائی تھی۔ بلوچ رائٹس کونسل ایک این جی او ہے جو حال ہی میں قائم کی گئی ہے۔ ممتاز بلوچ دانشور اور بلوچ رائٹس کونسل کے چیئرمین یوسف سکندر، پیپلز پارٹی کے رکن صوبائی اسمبلی رفیق انجینئر، بلوچ نیشنل پارٹی کے لیڈر غلام محمد بلوچ، جمہوری وطن پارٹی کے رؤف ساسولی، پیپلز پارٹی ایس بی کے سلیم صالح بزدار، جے ایس ایم کے ہاشم کھوسو، مزدور کسان پارٹی کے ایس ایم الطاف اور چند دوسرے لوگوں نے اجلاس سے خطاب کیا۔

تقریر کرنے والوں نے یہ عہد کیا کہ وہ گٹر باغیچہ منصوبے پر فوری عمل درآمد کے لیے اپنی جدوجہد برابر جاری رکھیں گے اور پراجیکٹ کے علاقے سے تجاوزات کو ہٹا کر ہی دم لیں گے۔

ایک قرارداد میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ معزول شدہ کے ایم سی کے افسروں کے لیے جو کوآپریٹو ہاؤسنگ اسکیم بنائی گئی ہے اسے ختم کیا جائے اور پراجیکٹ کی جگہ پر آئندہ بھی حکومت کوئی ہاؤسنگ اسکیم نافذ نہ کرے۔ تاہم اجلاس میں یہ تجویز پیش کی گئی کہ پراجیکٹ کے مقام پر زائد از ضرورت زمین لیاری ایکسپریس وے پراجیکٹ میں بے گھر ہونے والوں کے لیے مخصوص کی جائے۔ ❁❁❁

سیمینار میں شریک مقررین خطاب فرمارہے ہیں

کراچی کو صحیح معنوں میں گلوبل سٹی بنایا جائے

کراچی ملک کی کل آمدنی کا 40 فیصد حصہ پیدا کرتا ہے، یہاں خواندگی کی شرح 65 فیصد ہے

سیاست دانوں اور دانش وروں نے ایک سیمینار میں حکومت سے پرزور مطالبہ کیا کہ کراچی کا ماسٹر پلان مزید کسی تاخیر کے بغیر تیار کرے۔ انہوں نے اس امر پر زور دیا کہ شہر کا ایک مثبت رخ پیش کیا جائے، اس کے علاوہ اس ضرورت پر بھی اصرار کیا کہ ثقافتی شعبے میں کام کرتے ہوئے کراچی کو صحیح معنوں میں ایک گلوبل سٹی بنایا جائے۔

سابق وفاقی وزیر جاوید جبار نے شہر کے مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں کو اجاگر کیا۔ انہوں نے کہا کہ پست معیار زندگی، ایک اچھے ٹرانسپورٹ سسٹم کی عدم موجودگی، تفریحات کے انتخاب میں بیخ کنی اس شہر کے پسماندہ ہونے کی واضح علامات ہیں۔ تاہم انہوں نے کہا کہ اس شہر کے کئی ایسے پہلو ہیں جن کی بناء پر اسے گلوبل کہا جاسکتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک پہلو یہاں آبادی کا تنوع ہے، عالمی ذرائع ابلاغ سے اس کا رابطہ ہے، چنانچہ اس حیثیت میں کچھ لوگ یہ صلاحیت رکھتے ہیں کہ عالمی سطح پر مقابلہ کریں۔ انہوں نے کہا کہ شہر مسلسل تبدیلی کے بحران میں مبتلا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ ترقی یافتہ دنیا کے گلوبل شہر بھی اسی صورتحال سے دوچار ہیں، کیونکہ جب پرانے شہر اپنی قدامت کی وجہ سے گلنے اور زمیں بوس ہونے لگے تو غریب لوگوں نے شہروں کا رخ کیا۔ چارلس ڈکنیز کے ناولوں کا حوالہ دیتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ اس زمانے میں نادار بچوں کا استحصال لندن میں بھی ہوتا تھا۔ جاوید جبار نے یہ مشورہ دیا کہ شہر کے ناظم کا انتخاب بھی لندن اور نیویارک کے طرز پر ہونا چاہیے۔ انہوں نے کہا کراچی میں دائرہ اختیارات کو کم کر دینا چاہیے، تاکہ مختلف اداروں جیسے کنٹونمنٹ، ڈی ایچ اے، کے پی ٹی وغیرہ کے درمیان تصادم کی نوبت نہ آئے۔ انہوں نے کہا کہ شہر کا ایک دلنشیں رخ بنانے کے لیے قانون کا نفاذ لازمی ہے۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ موٹر وے پولیس قانون کے نفاذ میں غیر جانبداری کے ساتھ کام کر رہی ہے، وہ ایک اچھا نمونہ ہے جس کی پیروی کی جانی چاہیے۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ دیہی اور شہری علاقوں کو آپس میں ضم کر دیا جائے اور یہاں شہری سہولتوں کی مد میں سرمایہ کاری کی جائے۔

این ای ڈی یونیورسٹی میں تعمیرات اور پلاننگ کے چیئر مین نعمان احمد نے کہا کہ کراچی کے ترقیاتی عمل میں گلوبلائزیشن کی وجہ سے بہت سی تبدیلیاں آئی ہیں۔ نوزائیدہ مارکیٹ اکانومی کا زبردست ابھار، تنگ دست لوگوں کی اعانت میں ریاست کی کوتاہی اور مواصلات کا انقلاب وہ چند تبدیلیاں ہیں جو گلوبلائزیشن کے عمل میں واضح طور پر نظر آتی ہیں۔

فرحان انور، نعمان احمد، قاسم پاریکھ، ہما بقائی

نعمان احمد نے کہا کہ گلوبلائزیشن میں تنگ دستی کے لیے سماجی بے انصافی کے اندیشے بھی ہیں۔ تہذیبی اور ماحولیاتی سرمائے سے محرومی اور فیصلے کے عمل میں غیر مقامی لوگوں کا مکمل تصرف یہ بھی چند خطرات ہیں۔ انہوں نے اس بات پر افسوس کیا کہ کراچی کو دہشت گردوں کی ایک بدنام پناہ گاہ بنا کر دکھایا جاتا ہے، جس کی بناء پر غیر ملکی شہر کو اپنے لیے انتہائی خطرناک سمجھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ دہشت گردی کے اس رخ کو دور کرنے کے لیے متعدد ثقافتی تقریبات بڑے پیمانے پر کی جانی چاہئیں۔ انہوں نے ایسے ادارہ سازی کے عمل پر زور دیا جس کی بدولت شہر کی تعمیر و ترقی میں دلچسپی لینے والے ادارے اور تنظیمیں یعنی تاجر، صنعت کار، مخیر لوگ اور سرگرمی سے کام کرنے والے گروپ اپنی کامیابی کو مربوط کر سکیں۔

کراچی یونیورسٹی میں بین الاقوامی تعلقات کے شعبے کی لیکچرار ہما بقائی نے کہا کہ معیشت کے شعبے میں کراچی کی حیثیت مسلمہ اور غیر متنازعہ ہے۔ یہ شہر ملک کی کل آمدنی کا 40 فیصد حصہ پیدا کرتا ہے، یہاں خواندگی کی شرح 65 فیصد ہے اور کارکن عورتوں کی سب سے بڑی تعداد اسی شہر سے وابستہ ہے۔

جمشید ٹاؤن کراچی کے ناظم احمد قاسم پاریکھ نے کہا مجھے یقین ہے کہ اس شہر کے باشندوں کی صلاحیت اور مقابلے کی اہلیت دنیا کے کسی بھی شہر کے باشندوں کے برابر ہے۔

شہری کے رکن فرحان انور نے کہا کہ کراچی میں گلوبل سٹی بننے کی زبردست توانائی پائی جاتی ہے، لیکن سیاسی عدم استحکام، خراب طرز حکمرانی، افلاس اور ٹیکنالوجی کے شعبے میں پسماندگی، وہ خرابیاں ہیں جنھوں نے اس شہر کا راستہ روک رکھا ہے۔ ❀❀❀

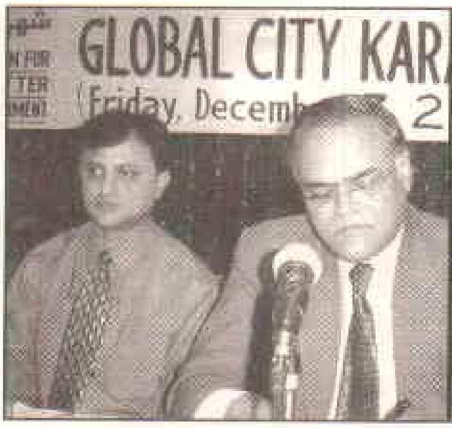

جاوید جبار، فرحان انور

شرکاء

ہم اس شعبے میں شہری کے زیر عمل چند کاموں کو نمایاں کرتے ہیں اور عوامی مفادات کا تحفظ کرتے ہوئے شہریوں سے بھرپور شراکت کا تقاضہ کرتے ہیں۔

شہری ایڈووکیسی

شہری رپورٹ

سٹی اسکول کا ہنگامہ

پُرامن رہائشی علاقہ انتشار کا شکار ہوگیا

پی ای سی ایچ ایس میں حالی روڈ کے مکین اس وقت حد درجہ پریشان ہوگئے جب انہیں یہ خبر ملی کہ سٹی اسکول کے سلسلے کی ایک شاخ ان کے علاقے میں کھلنے والی ہے۔ شہری برہم بھی تھے اور آمادہ عمل بھی۔ ایک غصہ ور خاتون خانہ کہنے لگیں کیا سٹی اسکول اپنے بچوں کو یہی سکھاتا ہے؟

متعلقہ پلاٹ (144/P/2-PECHS) ایک سے دوسرے ہاتھ میں غیر قانونی منتقلی کا ایک پس منظر رکھتا ہے۔ پی ای سی ایچ ایس میں حالی روڈ پر اس پلاٹ کے مالک میاں سجاد امیر احمد نے کراچی میں امن و امان کی بگڑتی ہوئی صورتحال کے باعث شہر چھوڑ دیا۔ انہوں نے یہ رہائشی مکان 1998ء میں دس سال کے لیے آرگینان انٹرنیشنل کو اپنا کمرشل آفس کھولنے کے لیے دے دیا۔ اس علاقے کے باشندوں اور ہمسایوں نے آرگینان انٹرنیشنل واقع ہالینڈ کے خلاف احتجاجی مہم شروع کردی، چنانچہ کچھ عرصے بعد کمپنی نے کرایہ داری منسوخ کر کے اپنی راہ لی۔ اب علاقے کے شہریوں کے علم میں یہ بات آئی کہ میاں سجاد امیر احمد نے کرایہ داری کا معاہدہ ایک کمرشل ادارے یعنی سٹی اسکول سے کرلیا ہے، جس کی شہر میں بے شمار شاخیں ہیں اور اس کا علاقائی دفتر کراچی کے ایک رہائشی پلاٹ پر واقع ہے، جب ایک مقامی خاتون خانہ نے اسکول کے انتظامی افسر صابر قریشی سے اس معاملے میں اعتراض کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ معاملہ تو یونہی چلے گا کیونکہ انہوں نے مالک مکان سے معاہدہ کرلیا ہے، اب آپ جو چاہیں کرلیں۔

اب اسکول کی مزید دو شاخیں آس پاس کھل گئی ہیں اور ہمسائے میں رہنے والے شہریوں کے لیے مصیبت بن گئی ہیں۔ شکایتیں پیدا ہوتی ہیں بے قابو لڑکوں کے رویئے سے، ٹریفک اور پارکنگ کی تنگی سے، ہارن بجنے کی آوازوں سے، سڑک پر سودا بیچنے والے خوانچہ فروشوں سے اور ہوا میں کثافت سے، چنانچہ پہلے جو ایک پرامن رہائشی علاقہ تھا اب وہ انتشار اور غل غپاڑے کا شکار ہے اسکول کے پرنسپلوں اور حکومت کے عہدیداروں سے مسلسل شکایت کرنے کے باوجود کوئی بھی اس لاقانونیت اور قانون کی اعلانیہ خلاف ورزی پر دھیان نہیں دیتا۔ اراضی جس غرض سے لی گئی ہو، اس کا مختلف استعمال قانون کے تحت منع ہے، لیکن کراچی میں قانون کی پرواہ کون کرتا ہے۔ کراچی بلڈنگ اینڈ ٹاؤن پلاننگ ریگولیشن 2002 کے تحت اسکولوں کے لیے ایک راہ کھول دی گئی ہے۔ یہ تھا ریگولیشن 18-4-2-8۔ ''رہائشی علاقے کی حدود میں ایک رہائشی پلاٹ کو MP&ECD کے تحت تعلیم کے لیے استعمال کرنے کی اجازت قریب ترین ہمسائے کا اعتراض موصول ہونے کے بعد اور ٹرانسپورٹ کے محکمے سے مشورے کے بعد دی جاسکتی ہے۔'' لیکن موجودہ معاملے میں کسی کو بھی اعتراض پیش کرنے کا موقع نہیں دیا گیا۔

شہریوں نے ایک مقدمہ نمبر 1249/2004 کے تحت سندھ ہائی کورٹ میں داخل کر کے حکم امتناعی لے لیا، یعنی اس سے پہلے کہ یکم نومبر 2004ء کو کالج کھلتا اس کے ساتھ ہی ایک بھرپور عوامی مہم شروع کردی گئی نتیجہ یہ کہ سٹی اسکول کی انتظامیہ کو وہ جگہ خالی کرنی پڑی اور وہاں سے واپس جانا پڑا۔ شہریوں کی کامیاب سرگرمی زندہ باد۔

❀❀❀

عالمی شہر کی تشکیل

مواقع کے ساتھ خطرات بھی درپیش ہیں

کراچی کا شمار اکیسویں صدی کے سرکردہ ممالک میں ہوتا ہے۔ اس شہر کو اپنی ترقی کے زبردست مواقع اور کامیابی کی راہ میں شدید مشکلات درپیش ہیں۔ اس بارے میں نعمان احمد اور فرحان انور لکھتے ہیں۔

نعمان احمد

کراچی کے ترقیاتی اسلوب میں گلوبلائزیشن کی بدولت بہت سی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں، ان چند تبدیلیوں میں منڈی کی ابھرتی ہوئی معیشت کے اصول کی کارفرمائی، شہری معاشرے میں نادار طبقوں کے لیے حکومت کی امداد کا تقریباً خاتمہ، مواصلات اور اطلاعات کا انقلاب جس نے گلوبلائزیشن کے عمل کو مزید تقویت دی ہے۔

گلوبلائزیشن

ایک گلوبل سٹی کی تشکیل کے مراحل میں بہت سے مواقع پیدا ہوتے ہیں اور خطرات بھی درپیش ہوتے ہیں۔ اس میں کلیدی نوعیت کے مواقع یہ ہیں۔ شہریوں کی سماجی اور اقتصادی حیثیت میں بہتری کا امکان، پیداوار میں اضافے کے فائدے اور ترقی کا تسلسل۔

خطرات میں جو بات شامل ہے، وہ ہے معاشرے کے نادار طبقات کے ساتھ سماجی ناانصافی، اقتصادی فائدوں کے مقابلے میں تہذیبی اور ماحولیاتی املاک کا زیاں اور فیصلے کے عمل میں غیر مقامی (یعنی بیرونی) سرمایہ کاروں کی مکمل بالادستی، تمام حقائق اور مواقع کو اور درپیش خطرات کو معروضی انداز سے سمجھنے اور سوچنے کے بعد ہی ایک معقول منصوبہ سازی ممکن ہے تاکہ کراچی کو ایک ترقی پذیر گلوبل سٹی بنایا جائے۔ اس مختصر تحریر میں ان ترقیاتی مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے جو کراچی کو قابل عمل طور پر ایک گلوبل سٹی بنانے میں سامنے آتے ہیں اور جن پر غور کرنا بے حد ضروری ہے۔

کراچی کی شباہت

- کراچی کو دہشت گردوں کی ایک بدنام پناہ گاہ بنا کر پیش کیا گیا ہے۔
- غیر ملکی اسے بالعموم نہایت خطرناک شہر سمجھتے ہیں۔
- قانون کی عملداری کا حال انتہائی مایوس کن ہے۔
- اس معاملے میں حالات کی بہتری سے متعلقہ حکام کو کوئی دلچسپی نہیں۔

سماجی ڈھانچہ

- شہری نوجوانوں کی نسل جو پوری طرح آگاہی رکھتی ہے (تارکین وطن اور ان کے کلچر سے مختلف)
- نوجوانوں کی آبادی کی بنا پر تیزی سے بڑھتا ہوا اکائی گھرانہ (یعنی ماں باپ اور بچے)
- تفریح اور تہذیبی اظہار کے مناسب وسائل نہ ہونے کی بناء پر لوگوں میں بڑھتی ہوئی مایوسی۔

اقتصادی قرینہ

- بیشتر روزگار غیر رسمی شعبہ فراہم کرتا ہے۔
- زمین، جائیداد اور ملکیت میں سرمایہ کاری، محفوظ اور مستحکم طریقے ہیں۔
- نقدلین دین کا طریقہ جس میں لکھا پڑھی نہیں ہوتی، بڑھتا جا رہا ہے۔
- معاشرے میں رسمی معیشت کا کردار بہت معمولی ہے۔

طبعی حالات

- شہر کے اندرونی علاقوں میں آبادی گنجان ہوتی جا رہی ہے۔
- آبادی میں اضافے کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ زمین کی تقسیم در تقسیم غیر قانونی طریقے سے بڑھ رہی ہے۔
- شاہراہوں کی پٹیوں پر کاروبار پھیلانے کا رجحان بھی بڑھ رہا ہے۔
- بہت سے اہم منصوبوں پر کام روک دیا گیا ہے۔

بنیادی ڈھانچہ، وسائل اور عوامل اور خدمات

- پانی کی ناموزوں فراہمی، اس کا حصول اور تقسیم دونوں ناقص۔
- قدرتی طور پر پیدا ہونے والی زمینی شگاف اور سیلابی نالے، گندے پانی کی نکاس کے ذرائع ہیں، سیوریج کا داخلی انتظام بیشتر لوگوں نے نجی طور پر کیا ہے۔
- ری سائیکلنگ کی صنعت شہر میں پیدا ہونے والی کثافت کے بیشتر حصے کی غیر رسمی طور پر صفائی کرتی ہے۔
- پبلک ٹرانسپورٹ کا بہت حد تک بوجھ نجی شعبے نے سنبھال رکھا ہے۔

انتظامی طریقے

- بلدیات اپنی انتظامی توانائی کھوتی جا رہی ہیں۔ صوبے کی بالادستی بدستور ہے۔
- نچلی سطح کے اداروں کی انتظامی اہلیت
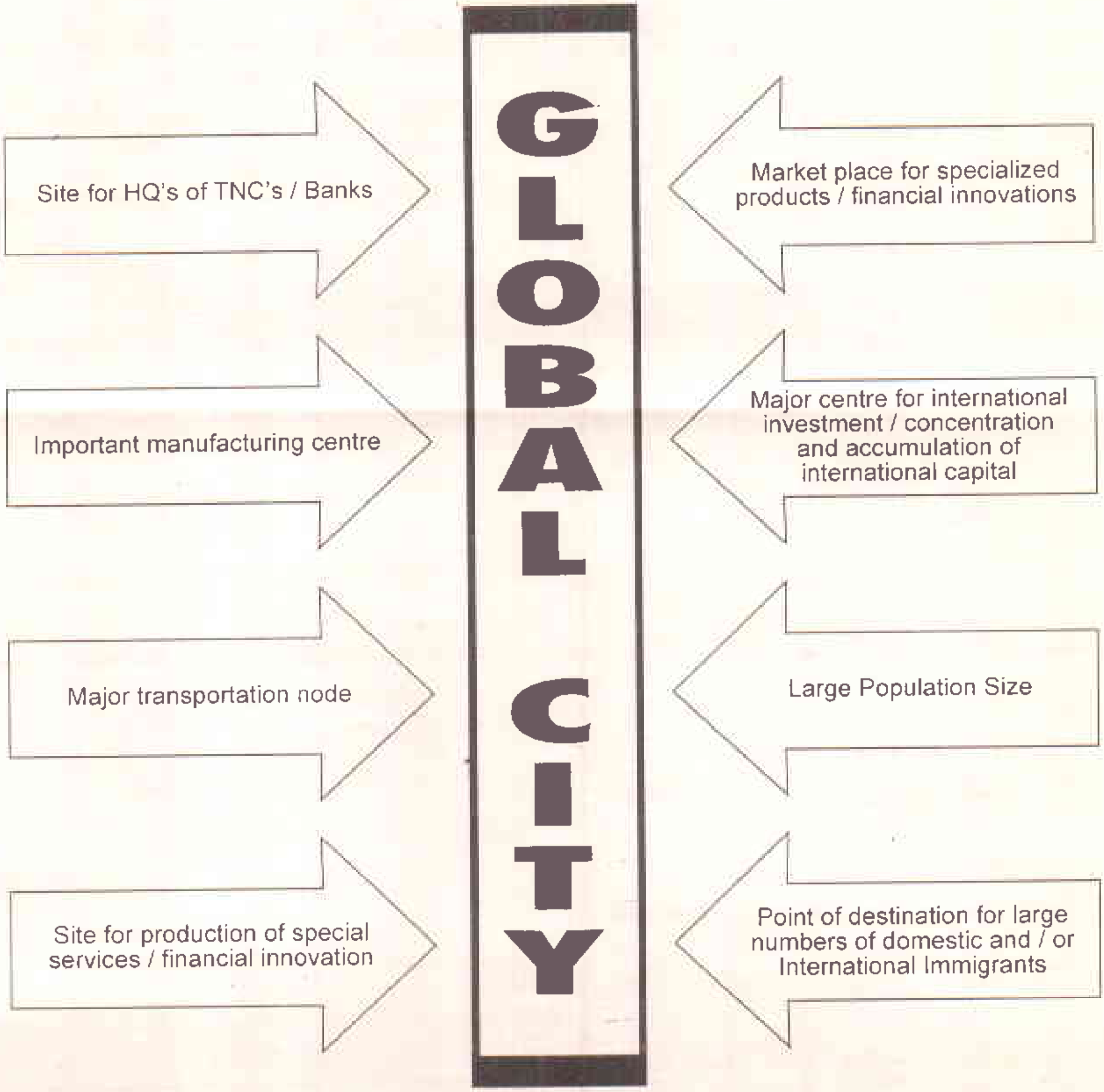
Distinguishing Characteristics of a Global City